افکار

(۱)

(پچھلے سال ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کے مقالہ "تحقیقِ ربوا" کی اشاعت سے پہلے ایک اخباری افواہ کی بنا پر چند مقامی اخبارات میں خاصی گرما گرم بحث چل پڑی تھی جس میں جناب مفتی محمد شفیع صاحب اور ان کے چند رفقائے کرام نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ ہم نے اس ماہنامہ کے نومبر ۶۳ء کے شمارے میں ڈاکٹر صاحب کا پورا مقالہ شائع کر دیا تھا۔ اور تمام اہلِ علم کو دعوتِ فکر و نظر دی تھی۔ خود مفتی صاحب موصوف کے اپنے ایما پر اس مقالے کا مسودہ اس کی اشاعت سے قبل ہی ان کی خدمت میں پیش کر دیا گیا تھا۔ ہمیں اُمید تھی کہ جب اس مقالے کی اشاعت سے قبل ان بزرگانِ کرام کی طرف سے اس کے بارے میں اس قدر گرمجوشی کا اظہار ہوا ہے تو اشاعت کے بعد تو اس پر تنقید و تبصرہ کا ہجوم ہو جائے گا۔ اس کی پذیرائی کے لئے پچھلے شمارے سے "افکار" کے نئے فیچر کا اضافہ کر دیا گیا۔ لیکن تا دمِ تحریر ہمیں مفتی صاحب ممدوح یا ان کے نو (۹) رفیقوں میں سے کسی کی جانب سے کوئی تنقید وصول نہیں ہوئی۔ البتہ معاصرِ عزیز ماہنامہ "انشا" (کراچی) کی دسمبر کی اشاعت میں مفتی صاحب کا ایک

انٹرویو شائع ہوا ہے، جس میں انہوں نے "ربوا" اور متعلقہ مسائل پر تبصرہ فرمایا ہے
ہم اس انٹرویو کے وہ تمام اقتباسات درج ذیل کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ ؏
ہر چہ از دوست می رسد نکوست ۔)

سرمایہ دار کا بینک انٹرسٹ لینا قطعاً حرام ہے

"سود قطعاً حرام ہے اور بینک کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ بنک قوم کا بلڈ بنک ہے۔ جہاں سے چند سرمایہ دار اپنی قوتوں کے ذریعہ قوم کا خون چوستے ہیں۔"

لیکن سرمایہ دار کا مزدور کو غلام بنا لینا جائز اور مزدور کا احتجاج ناجائز ہے

"مزدور کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ سرمایہ دار کی بڑھتی ہوئی آمدنی پر اعتراض کرے یا اس سرمائے کا اپنے آپ کو بھی حقدار سمجھے۔ کیونکہ مزدور نے خود کو دو روپے یا تین روپے روز پر بیچ دیا۔ اس کا کام تو صرف مزدوری کرنا ہے وہ بھی چند روپوں کے معاہدے پر اس لئے یہ مطالبہ یا توقع رکھنا قطعاً جائز نہیں کہ سرمایہ دار اپنی آمدنی کا کوئی حصہ مزدور کو دے۔ جب مزدور نے اپنی جان کو معاہدہ کرکے سرمایہ دار کے ہاتھوں فروخت کر دیا تو پھر اس کے خلاف احتجاج کرنا ناجائز ہے۔"

اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے بارے میں فتویٰ

"اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ" مولانا نے ہنس کر فرمایا "اسد میاں! اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پر مجھے ایک قصہ یاد آگیا، کہ کسی بادشاہ کا باز گم ہوگیا۔ اتفاق سے ایک بڑھیا کے ہاتھ وہ باز لگ گیا۔ بڑھیا نے باز کبھی دیکھا نہ تھا۔ حیرت و استعجاب سے کبھی اس کی چونچ دیکھتی، کبھی پنجے، اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ چونچ کیا ہے۔ مختصر یہ کہ اس نے پہلے توڑ موڑ کر اس کے پنجے توڑ دئے۔ پھر چونچ کی درگت بنائی۔ اتفاقاً بادشاہ کے کارندے باز کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے بڑھیا کے پاس پہنچے۔ باز کو دیکھا کہ پنجے ٹوٹے ہوئے، چونچ مڑی تڑی، بال و پر نچے ہوئے۔ بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ نے

کہا کہ نااہل کے پاس کسی چیز کے چلے جانے کا حشر یہی ہوتا ہے۔ دراصل اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اس بڑھیا کا سا کام سرانجام دے رہا ہے۔"

[انشاءاللہ ڈائجسٹ، کراچی، دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۹، "مفتی محمد شفیع سے ایک ملاقات"۔ اسد دیوبندی]

(۴)

[بینک کے منافع کو "ربوا" قرار دینے والے بزرگان کرام اب اسے حلال قرار دینے کے لئے "مضاربت" کا حیلہ "شرعی" تلاش کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اس کے چند اہم پہلوؤں کی طرف فاضل نامہ نگار جناب رفیع اللہ صاحب نے مندرجہ ذیل مراسلہ میں توجہ دلائی ہے]

اسلامی معاشیات کے ایک ماہر اپنی کتاب "سود" میں جدید معاشی نظام اور اسلامی نظام کا تقابل بیان کرنے کے بعد بطور نتیجہ یہ فرماتے ہیں:۔

"اس مآل اندیشانہ معاشی نظریہ کی صداقت اگر دیکھنی ہو تو امریکہ کے موجودہ معاشی حالات کو دیکھئے (اشارہ ہے اس خوفناک کساد بازاری کی طرف جو اس کتاب کی تصنیف کے زمانے میں رونما تھی) جہاں سود ہی کی وجہ سے تقسیم ثروت کا توازن بگڑ گیا ہے اور صنعت اور تجارت کی کساد بازاری نے قوم کی معاشی زندگی کو تباہی کے سرے پر پہنچا دیا ہے۔ اس کے مقابلے میں ابتدائی عہد اسلامی کی حالت کو دیکھئے کہ جب اس معاشی نظریہ کو پوری شان کے ساتھ عملی جامہ پہنایا گیا تو چند سال کے اندر قوم کی خوشحالی اس مرتبہ کو پہنچ گئی کہ لوگ زکوٰۃ کے مستحقین کو ڈھونڈتے پھرتے تھے اور مشکل ہی سے کوئی ایسا شخص ملتا تھا جو خود صاحب نصاب نہ ہو۔"

("سود" از جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب جدید ایڈیشن صفحہ ۳۷)

اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو ان دونوں مفروضہ نتائج کو حقائق سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ اگر اس وقت امریکہ کا معاشی نظام سود کی وجہ سے بگڑ گیا تھا تو بعد میں سود کو کب خیرباد کہا گیا کہ وہی معاشی نظام اعلیٰ بلندیوں پر پہنچ گیا۔ دوسرا اس لئے کہ اسلامی نظام میں زکوٰۃ اکٹھی کرنا حکومت کا فریضہ ہے۔ قرآن کا بھی یہی حکم ہے:۔

خُذمن اموالهم صدقۃً تطهّرهم وتزکّیهم؎ (اے نبی) ان کے مال سے صدقہ لو جوان کو پاک کرے اور ان کا تزکیہ کردے (القرآن ۹/۱۰۴)

جب تک اسلامی حکومت قائم رہی اس پر عمل ہوتا رہا۔ انفرادی طور پر زکوٰۃ دینا اسلامی تصور نہیں۔ یہ دعویٰ بھی جذباتی ہے کہ اسلامی معیشت کی ترقی کی وجہ سود کا نہ ہونا تھا۔ بعض تاریخی واقعات اس کے برعکس ہیں۔ مثلاً حضرت عمرؓ کے سنہری دور میں اس بڑھیا کے قصے سے تو مسلمانوں کا بچہ بچہ واقف ہے۔ جس نے اپنی ناداری کی وجہ سے بھوکے بچوں کا دل بہلانے کے لئے خالی ہنڈیا چولھے پر ڈال رکھی تھی۔ اور اگر کوئی اس کی مدد کو پہنچا تو وہ حضرت عمرؓ بہ نفسِ نفیس۔ آپ ہی کے عہد کا دوسرا واقعہ ہے کہ آپ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کو لے کر ساری رات ایک قافلہ کی چوکیداری کرتے رہے اور فرمایا کہ خشیت علیھم سراق المدینۃ (بحوالہ بستان الادب ج ۱ ص ۶)۔ یعنی مجھے ڈر ہے کہ مدینہ منورہ کے چور ان کے مال کا نقصان نہ کریں۔

دراصل موجودہ معاشی نظام ایک علمی نظام ہے اور اس کے لئے جتنی علمی مہارت کی ضرورت ہے اور اس سے کہیں زیادہ عملی مہارت کی۔ لیکن جو لوگ اس کو بدلنے کے لئے اسلامی نظام معیشت کو پیش کر رہے ہیں، ان میں نہ صرف یہ صفت مفقود ہے، وہ تو خود اسلامی معاشی نظام کو بھی اچھی طرح نہیں سمجھتے۔ اس کی ایک اہم مثال مسئلہ مضاربت ہے۔ سودی نظام کو بھی ختم کرنے کے لئے مضاربت کا نام ہی بار بار لیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ سود کو ساقط کر کے بینکنگ کا سارا نظام اس اصول پر چلایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ کتاب "سود" کے فاضل مصنف فرماتے ہیں۔

"اگر وہ اپنی پس انداز کردہ رقموں کو کسی نفع آور کام میں لگانے کے خواہشمند ہیں تو ان کے لئے اس چیز کے حصول کا صرف ایک راستہ کھلا ہوگا یہ کہ اپنی بچائی ہوئی رقموں کو مضاربت (یعنی نفع اور نقصان میں مناسب شرکت) کے اصول پر نفع بخش کاموں میں لگائیں۔ خواہ حکومت کے توسط سے یا بینکوں کے توسط سے۔" ("سود" جدید ایڈیشن صفحہ ۲۰۲)

آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

"مگر موجودہ نظام کی طرح اس نظام میں بھی سب سے زیادہ قابل عمل اور مفید تیسری ہی صورت ہوگی۔ یعنی یہ کہ لوگ بینکوں کے توسط سے اپنا سرمایہ نفع بخش کاموں میں

دکھائیں۔ اس لئے ہم اس کو ذرا زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ لوگوں کے سامنے اس امر کی صاف تصویر آجائے کہ سود کو ساقط کرنے کے بعد بینکنگ کا کاروبار کس طرح چل سکتا ہے اور نفع کے طالب لوگ اس سے کس طرح متمتّع ہو سکتے ہیں۔" (ایضاً۔ صفحہ ۲۱۰)

اس کی تفصیل یوں فرماتے ہیں :۔

"اس معاملہ میں فرق صرف یہ ہوگا کہ بحالت موجودہ منافع حصہ داروں میں تقسیم ہوتا ہے اور کھاتہ داروں کو سود دیا جاتا ہے۔ اس وقت دونوں میں منافع ہی تقسیم ہوں گے۔" (ایضاً۔ صفحہ ۲۱۱)

اپنی ایک دوسری کتاب میں بھی مضاربت کی یہی تعریف کرتے ہیں :۔

"اسلامی قانون نے تجارت صنعت اور معاشی کاروبار کے تمام شعبوں میں آدمی کو اس بات کی کھلی اجازت دی ہے کہ وہ نفع نقصان کی شرکت کے اصول پر دوسروں کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرے۔ ایک شخص دوسرے شخص کو روپیہ دے سکتا ہے اور طے کر سکتا ہے کہ اس سے کاروبار کرکے نفع و نقصان میں آدھے یا چوتھائی کا شریک ہو۔" (مسئلہ ملکیت زمین صفحہ ۵۸)

قارئین نفع و نقصان کی شرکت والا نکتہ ذہن میں رکھیں۔ کیونکہ آئندہ بحث کا اس سے گہرا تعلق ہے۔ جن لوگوں کا اس وقت یہ دعویٰ ہے کہ ان کا کاروبار صحیح اسلامی اصولوں کے مطابق ہے۔ ان کا عمل بعینہٖ اس تشریح کے مطابق ہے۔ یعنی جس کو بھی رقم مضاربت کے اصول پر دی جاتی ہے۔ اس کی نفع میں بھی شرکت ہوتی ہے اور نقصان میں بھی۔ حالانکہ مضاربت کی جو تعریف ائمہ مجتہدین نے کی ہے وہ اس کے بالکل الٹ ہے۔

سودی کاروبار کا مضاربت کے اصول پر جواز سب سے پہلے قاضی ابو یوسف صاحب نے پیش کیا۔ انہوں نے زمین کی بٹائی کے بارے میں جو فرمان نبوی کے مطابق سود ہے مضاربت کے اصول پر جواز کا فتویٰ دیا۔ فرماتے ہیں :۔

لانہ عقد شرکۃ بین المال والعمل (کیونکہ یہ بٹائی) مال اور عمل کے درمیان

فیجوز اعتبارھا بالمضاربۃ

شرکت کا معاملہ ہے پس یہ مضاربت کے اصول پر جائز ہوگا۔

(ہدایہ آخرین مجتبائی کتاب المزارعت صفحہ ۴۲۴)

مضاربت کا صحیح مفہوم

یہ حضرات اس اصول کا تو بے دریغ استعمال کرنے لگے، لیکن اس کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کی بالکل کوئی کوشش نہ فرمائی۔ اب ائمہ مجتہدین کی زبانی اس کی تشریح سنیئے۔ فقہ کی بڑی چھوٹی جو کتاب بھی اٹھا کر دیکھیں اُس میں آپ کو مضاربت کی یہ تعریف ملے گی :-

ھی فی اللغۃ عبارۃ عن ان یدفع شخص مالاً لاٰخر لیتجر فیہ علی ان یکون الربح بینھما علی ما شرطا والخسارۃ علی صاحب المال

لغت میں مضاربت کے معنی یہ ہیں۔ ایک شخص دوسرے کو تجارت کے لئے سرمایہ دے اس شرط پر کہ نفع تو ان دونوں کے درمیان بمطابق شرط ہوگا لیکن نقصان کا ذمہ دار صرف صاحب سرمایہ ہوگا (خط کشیدہ الفاظ پر دوبارہ نظر ڈالیں)

(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ جلد ۲ صفحہ ۳۴)

یعنی نفع میں تو شرکت ہوگی لیکن نقصان سب کا سب سرمایہ والے کے ذمے ہوگا۔ کارندہ صرف نفع میں شریک ہوگا اور اس کے علاوہ اس کے اخراجات بھی سرمایہ ہی سے ہوں گے۔ چاہے نفع ہو یا نقصان۔

حضرت امام مالک رح فرماتے ہیں :-

ونفقۃ العامل من المال فی سفرہ من طعامہ وکسوتہ وما یصلحہ بالمعروف بقدر المال

کام کرنے والے حصہ دار کا سفر خرچ مثلاً کھانا کپڑے اور دوسرے اخراجات سرمایہ کی مقدار کے لحاظ سے سرمایہ ہی سے وصول کئے جائیں گے۔

(تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک جلد ۲ صفحہ ۸۵)

یعنی ان اخراجات کے بعد اگر نفع ہوگا تو حصہ کے مطابق ان میں تقسیم ہوگا۔ لیکن اگر نقصان ہوا تو کارندہ کو کچھ بھی نہ دینا ہوگا۔ کیونکہ مضاربت کا مال اس کے ہاتھ میں بطور امانت تصور کیا جاتا ہے:۔

ثم المدفوع الی المضارب امانةٌ فی یدہ (ہدایہ اخرین کتاب المضاربۃ صـ۱۸۷)

یعنی جو سرمایہ مضارب (کارندہ) کے حوالہ کیا جائے گا وہ بطور امانت ہے اور اگر یہ مال ضائع ہو جائے گا تو کارندہ کسی صورت میں اس کا ذمہ دار نہیں جیسا کہ امانت کا شرعی حکم ہے

الامانۃ فی ید المودع اذا ھلکت لم یضمنھا (ایضاً صفحہ ۲۰۱)

(اگر امین کے پاس امانت کا مال ضائع ہو جائے تو وہ اس کا ذمہ دار نہیں)

یہ تو ہے مضاربت کا شرعی مفہوم۔ اس کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مضاربت کوئی ایسا معاملہ نہیں کہ اس کی عام اجازت ہو۔ اس کی اجازت صرف محدود حالات میں ہے جب کہ کوئی شخص خود کاروبار کرنے کے قابل نہ ہو۔ شمس الائمہ علامہ سرخسی اس کے جواز پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

انّ با لناس حاجۃ الی عقد المضاربۃ فصاحب المال قد یکون عاجزاً عن التصرف بنفسہ (مبسوط جلد ۲۲ صفحہ ۱۷)

مضاربت ایک انسانی ضرورت ہے کیونکہ بعض اوقات صاحب سرمایہ خود کاروبار کرنے سے عاجز ہوتا ہے علامہ موصوف کو یہ دلائل دینے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کیونکہ کچھ ائمہ کو اسے شرعی مسئلہ تسلیم کرنے میں بھی کلام ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ کتاب وسنت میں مضاربت کی کوئی اصل نہیں ہے۔

علامہ ابن حزم کے نزدیک مضاربت کی حیثیت

قال ابن حزم فی مراتب الاجماع کل ابواب الفقہ فیھا اصل من الکتاب والسنۃ حاشا القراض فما وجدنا لہ اصلاً فیھا البتۃ۔

علامہ ابن حزم مراتب الاجماع میں فرماتے ہیں کہ فقہ کے ہر باب کی اصل کتاب وسنت ہے مگر مضاربت ہم نے کتاب وسنت میں

اس کی کوئی اصل نہیں پائی۔

(نیل الاوطار جلد ۵ صفحہ ۲۸۲)

اس بحث سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ جس چیز کو "سود" کے فاضل مصنف مضاربت کا نام دے رہے ہیں وہ کوئی اور چیز ہے اور فقہ کی کتابوں میں جس مضاربت کا ذکر ہے اس سے انہیں دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بلکہ سود اور اس میں معمولی فرق ہے۔

ہمیں تسلیم ہے کہ سود بہت بڑی برائی ہے اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں لیکن معلوم نہیں ان حضرات کو بینک کا سود تو بار بار کھٹکتا ہے حالانکہ جن چیزوں کو رسول اللہ صلعم سود قرار دے گئے ہیں یہ حضرات ان میں سے کئی امور کے جواز کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ جس کی تین مثالیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

۱۔ ان جائز کردہ چیزوں میں سے پہلی زمین کی بٹائی ہے۔ جس کے سود ہونے کے متعلق حدیث کی کتابوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمان ملتے ہیں۔

(ا) حضرت رافعؓ اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی کھیتی کو پانی دے رہا تھا۔ وہاں سے حضور صلعم کا گزر ہوا تو پوچھا یہ کس کی کھیتی ہے اور کس کی زمین ہے۔ میں نے عرض کیا میری کھیتی ہے اس میں تخم اور عمل میرا ہے۔ آدھی پیداوار میری ہوگی اور آدھی مالک زمین قبیلہ کی۔ آپ نے فرمایا کیا تم سود کا کاروبار کرتے ہو۔ زمین مالکوں کو واپس کر دو اور ان سے اپنا خرچ وصول کر لو۔ (سنن ابوداؤد باب المزارعة)

(ب) دوسری روایت بھی سنن ابوداؤد ہی کی ہے اور اس کے راوی حضرت جابرؓ بن عبداللہ ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلعم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص مزارعت نہ چھوڑے وہ اللہ اور رسول سے لڑائی کے لئے تیار ہوجائے۔ (ایضاً)

۲۔ دوسرا ایسا معاملہ مکہ شریف کے مکانوں کا کرایہ ہے اس کے متعلق فرمان نبوی یہ ہے من اجر ارض مکة فکانما اکل الربوا۔ حنفیہ کا فتویٰ بھی اسی کے مطابق ہے:۔ ویکرہ اجارتها ایضاً لقوله علیه السلام من اجر ارض مکة فکانما اکل الربوا

(ہدایہ اخرین کتاب الکراهیة صفحہ ۴۷۳)